© rasailojaraid.com

ڈاکٹر وفا راشدی

سندھ کی ایک برگزیدہ علمی شخصیت

میر علی نواز علوی

مسیح الزماں حکیم میر علی نواز علوی شکار پور کے مشہور خاندان علوی سادات کے چشم و چراغ تھے۔ یہ علوی خاندان علمی و دینی خدمات کی بدولت پورے سندھ میں مشہور و ممتاز رہا ہے۔ میر علی نواز کے جد امجد حضرت شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندیؒ کا سلسلۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ فقیر اللہ اپنے وقت کے جید بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء میں جلال آباد (افغانستان) سے ہجرت کر کے سندھ آئے اور شکار پور میں مستقل سکونت اختیار کی (مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء (ص ۱۰) مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جامشورو)۔

شاہ فقیر اللہ کے فرزند شاہ حفیظ اللہؒ، میر علی نواز کے دادا اور سید فخر الدینؒ والد ماجد تھے سندھ کے مشہور صوفیائے کرام اور اہل علم و فضل بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ میر فخر الدین اپنے والد کے تیسرے فرزند تھے۔ ان کے تین بھائی میر تاج الدین، میر بدیع الدین اور میر شرف الدین سندھ سے ترکِ وطن کر کے قندھار کی خانقاہ علوی میں سکونت پذیر ہوئے تو میر فخر الدین شکار پور کی درگاہ علویہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ وہ خواجہ نظام الدین سرہندی کے ہمعصر اور دوست تھے۔ (ماہنامہ الرحیم حیدر آباد اپریل، مئی ۱۹۷۲ء)

میر علی نواز، میر فخر الدین علوی کے منجھلے صاحبزادے اور میر علی نواز علوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ولادت ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۱ء) کے چھوٹے بھائی تھے ۔ میر علی نواز ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء کو شکار پور میں تولد ہوئے ۔ میر علی نواز ایک سال کے تھے کہ ان کے والد میر فخرالدین علوی ۱۲۷۱ھ میں ان کا انتقال کر گئے ۔ ان کی والدہ ماجدہ نے جو پشین بلوچستان کی بخاری سادات سے تعلق رکھتی تھیں ان کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا (تذکرۂ لطفی جلد دوم ص ۱۶۹) عربی، فارسی، سندھی، سرائیکی کی ابتدائی تعلیم مقامی مدرسے میں حاصل کی ۔ عربی و فارسی کی اعلیٰ تعلیم کی تکمیل آخوند زادہ افغانی کے زیر نگرانی ہوئی۔ حکیم سید حسن علی شاہؒ لکھنوی کی شاگردی میں علم و حکمت سے بہرہ ور ہوئے ۔

حکیم میر علی نواز علوی نے فنِ حکمت میں عروج حاصل کیا ۔ وہ "مسیح الزماںؒ" کے لقب سے مشہور ہوئے نہ صرف شکار پور اور ٹھٹھہ بلکہ سندھ کے مختلف علاقوں سے لوگ ان کے پاس علاج کی غرض سے آتے تھے ۔ اور اللہ کے فضل سے شفایاب ہوتے تھے ۔ علی نواز رئیس زادہ تھے وہ ایک خدا ترس، روشن دماغ، روشن ضمیر، منکسر المزاج، رحمدل، عارفِ کامل اور عالمِ باعمل بزرگ تھے ۔ ان کی زندگی اللہ کی عبادت، رسول کریمؐ کی اتباع، خدمتِ خلق اور تبلیغِ دین کے لئے وقف تھی ۔ بیکسوں اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی ان کی حیات کا نصب العین تھا یہی وجہ ہے کہ وہ خاص و عام، ادنیٰ و اعلیٰ میں یکساں مقبول تھے ۔ ہر طبقے و ہر فرقے کے لوگ ان کا بے حد احترام کرتے تھے ۔

۱۹۱۴ء میں عالمگیر جنگ اول کے دوران جب ساری دنیا اقتصادی مسائل، اخلاقی بدحالی اور قحط و بحران میں مبتلا تھی ۔ ۱۹۱۷ء میں جب شکار پور میں وبائی امراض کا دور دورہ ہوا تو انہوں نے عوام کے ابتلا و مصائب کو ختم کرنے کے لئے جو طبی و سماجی خدمات انجام دیں وہ ان کی انسان دوستی کا بین ثبوت ہے ۔ انسانیت کی ایسی ہی عدیم المثال خدمات کی بدولت میر علی نواز علی بلا مقابلہ ۱۹۱۱ء میں شکار پور میونسپل کارپوریشن کے چیئرمین اور ۱۹۱۹ء میں علاقائی عدالت کے صدر منتخب ہوئے [۵]

مسیح الزماں حکیم میر علی نواز علوی نے ۲۳ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء کو ۶۸ سال کی عمر میں وفات پائی ۔ بسلسلۂ مجددیہ نقشبندیہ کے ایک مشہور بزرگ مولانا محمد ابراہیمؒ ناظم گڑھی لسینی نے قطعۂ تاریخ کہا ہے ؎

حاجیِ حق علی نواز حکیم — آں کہ در علم بے عدیل شد است

در جمیع فنون فضل و کمال — [illegible] شد است

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سید آل علی و ذو منصب — شرف و عزما دلیل شد است

آہ و افسوس از وداعِ او — بے وجودش جہاں علیل شد است

شاعرِ قادر الکلام و فصیح — در صناعات بے عدیل شد است

بہ شب شنبہ وقت وساعت — جرعہ بے مایہ سلسبیل شد است

بیست و سہ از جمادی الاول — پاو گذر این جہاں رحیل شد است

وقت سالِ وصلش خرد بناظم گفت

بہرِ علوی و علی کفیل شد است

۲۳، جمادی الاول ۱۳۳۸ھ

میر علی نواز نے خانقاہ شاہ فقیراللہ علوی میں علویہ لائبریری قائم کی تھی ۔ جو غلام محمد ہاشم ٹھٹھوی کے کتب خانے کے بعد سندھ کا سب سے بڑا کتب خانہ تھا ۔ اب اس کتب خانے کی وہ اہمیت باقی نہیں رہی ہے۸

میر علی نواز علوی کے مریدوں، ارادتمندوں اور احباب و معاصرین کا حلقہ بہت وسیع تھا ان کے حلقے میں ہر مذہب و ملت ، ہر فکر و خیال کے لوگ شامل تھے ۔ خیرپور کے نوابوں میں ہز ہائینس میر فیض محمد، ہز ہائینس امام بخش ، وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ (۱۹۱۰ تا ۱۹۱۷ء) کمشنر سندھ ڈبلیو ایچ روکاس W. H. RUCAS (۱۹۱۰ء) بادشاہ افغانستان امیر حبیب اللہ خان سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے ۔ حاکمانِ وقت کے علاوہ حکیم حافظ محمد اجمل خان دہلوی ، دیوان بہادر صرلی دھر نواب حاجی امیر علی لاہوری ، خان بہادر علی بخش کھنیانی ، خان بہادر در محمد پٹھان ، مولانا عبدالغفور مفتون ہمایونی مولانا غلام صدیق شہداد کوٹی ، مولانا خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی ، مولانا تاج محمد امروٹی ، مولانا محمد عثمان، نورنگ زادہ حکیم فتح محمد سیوہانی جیسی ہندو سندھ کی اہم علمی و دینی ،طبی و قومی و ملی شخصیات سے ان کے خاص مراسم تھے ۹ .

میر علی نواز علوی شکارپوری عربی، فارسی ، سندھی، سرائیکی اور اردو زبانوں پر کامل عبور رکھتے تھے ان زبانوں کے علوم و ادبیات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا ۔ ان زبانوں میں وہ باقاعدگی سے شعر کہتے تھے ۔ ان کی مطبوعات اور نثری تصنیفات و نگارشات مطبوعہ و غیر مطبوعہ صورت میں موجود ہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چند کتابوں کی صراحت حسب ذیل ہے ۔

۱۔ البشارة لاہل الاشارة (عربی)

اس کتاب میں آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کی روشنی میں بعض شرعی مسائل پر فاضلانہ بحث کی گئی ہے ۔ مثلاً افغانستان میں فقہ الحنفیہ کا مسئلہ نماز میں "التحیاۃ" پڑھنے کا مسئلہ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ تشہدین کا مسئلہ وغیرہ ۔ اس تصنیف میں دنیا کے جید علمائے کرام کی تقاریظ اور ایک سو تیس مستند کتابوں کے حوالے بھی ہیں۔ فقہ حنفیہ سے متعلق یہ ایک بلند پایہ کتاب سمجھی جاتی ہے ۔

۲۔ الصارم المسلول علی منکر علم الغیب الرسول (عربی)

جلد اول تا چہارم کل صفحات ۱۶۳۶

علمی و دینی اعتبار سے یہ ایک اہم کتاب ہے چار جلدوں پر محیط ہے ۔ ذیل میں ہر جلد کے متن کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے ۔

پہلی جلد ۳۶۸ صفحات	قرآن کریم کی آیات اور احادیثِ نبوی کی تفسیر ہے ۔
دوسری جلد ۴۱۶ صفحات	صحابہ کرام اور تابعین کے اقوالِ زریں پر مشتمل ہے ۔
تیسری جلد ۵۰۱ صفحات	اس جلد میں فقہ حنفیہ کے اہم مسائل کے اقتباسات، حوالہ جات اور امام حضرات کے ملفوظات درج ہیں ۔
چوتھی جلد ۳۵۱ صفحات	علموں کے اعتراضات اور ان کے جوابات ہیں جو نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر مصنف کے عہد تک کے مختلف ادوار سے تعلق رکھتے ہیں ۔
۱۶۳۶	

۳۔ بیاض علوی (فارسی)

علمِ طب سے متعلق ایک مفید و معلوماتی کتاب ، اس کتاب میں وہ نسخہ جات درج ہیں جو علوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے والیِ ریاست ہز ہائنس میر فیض محمد کے علاج کے دوران ان کے لئے تجویز کئے تھے۔ میر فیض محمد کے علاج کے سلسلے میں حکیم اجمل خان دہلی سے سندھ آئے تھے۔ انھوں نے حکیم علوی کی تشخیص اور ان کے تجویزہ نسخوں سے اتفاق کیا تھا۔ حکیم اجمل سے حکیم علوی کے دوستانہ مراسم تھے۔ اجمل خان، علوی کی طبی مہارت کے مداح و معترف تھے۔ وہ حکیم علوی کو "سندھ کا اجمل" کہا کرتے تھے۔ اس کتاب میں مولوی عبداللطیف کوٹری والے کے لاعلاج مرض سے شفایاب ہونے کا حال بھی قلمبند کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں وہ نظم بھی شامل ہے جو عبداللطیف نے حکیم میر علی نواز علوی کی شان میں کہی تھی۔

۴۔ کلیاتِ علوی (فارسی، سندھی، سرائیکی، اردو)

میر علی نواز علوی نے اپنے اس کلیات کو خود ۱۹۱۶ء میں مرتب کیا تھا۔ چند برس پہلے ڈاکٹر عبدالخالق سومرو راؔ نے سندھی ادبی بورڈ جامشورو کی فرمائش پر "کلیات علوی" کو از سر نو جدید انداز میں ایڈیٹ کیا ہے اس کتاب کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

(۱) فارسی کلام (۲) قصائد (۳) سندھی، سرائیکی، (۴) مراثی

(۵) متفرق اشعار (۶) اردو کلام

میر علی نواز علوی شکارپوری سندھ کے وہ پہلے شاعر تھے۔ جنہوں نے فارسی ادب کے وسیع مطالعے کے نتیجے میں سندھی شاعری کو عجمی فارسیت کے مزاج سے آشنا کیا۔ انھوں نے اپنی زبان وبیان پر قدرت اور الفاظ و محاورات پر مہارت سے سندھی شاعری کو فارسی الفاظ تراکیب، استعارات تلمیحات سے نکھارا اور سندھی ادب کو فارسی سرمایہ سے مالا مال کیا۔

سندھی غزل میں فارسی الفاظ کی خوبصورت آمیزش علوی کی مہارتِ فن کی مظہر ہے دو ایک لفظ کے الٹ پھیر سے سندھی مصرعے یا اشعار فارسی عربی کا حصہ بن سکتے ہیں۔ مثلاً ؎

کہ تون تاصدمن جا مقاصد

تدمن تي مير دوست تدريوسي

مرض محبت جي کيوڙس ماندی

علوی عاشق عرض کري ٿو

© rasailojaraid.com

[illegible]

© rasailojaraid.com

میر علوی سرائیکی کے باکمال شاعر تھے۔ کافی، غزلیں، ڈوھیری کے فن میں مہارت رکھتے تھے۔ سرائیکی کے نامور شعراء خواجہ فرید، فرخ ملتانی نوروز اور مجروح کے کلام سے متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان ہی شعراء کے عارفانہ افکار کا اثر ان کے کلام میں ملتا ہے۔ ان کے نظریۂ تصوف و معرفت کا پرتو علوی کے اشعار میں پوری آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہے ؎

شوق ملڻ دا ٿيا بسيار
مٺڻ ويکاں ڪٺن شال صنم دا

احد يدل کو عبد سڏايس
مٺڻ ويکا ڪي ملڪ متايس
بي خودي دا جام پلايس
وچ عرب دی کر سينگار
کس ڳڏس آرام عجم دا

اسم احمد بي ميم ڏراڪي
بين عرب بي عين بچاڪي
لوح قلم سر حڪم ٺلاڪي
نور احمد بن آيا نروار
ڪيتس فرق وحدت قدم دا

حسن تبدِّي دا عالم بردا
تون ٺڪين سرور جن بشر دا
علوی ادنیٰ چاکر در دا
کون مکان دا تون سردار
مالک ملک وجود عدم دا

علوی کے کلام کا بیشتر حصہ عارفانہ ہے، سندھی اور سرائیکی شاعری میں ڈوہڑی ایک مخصوص صنف ہے۔ ان دونوں زبانوں کے بڑے بڑے شاعروں نے اس صنف پر خوب خوب طبع آزمائی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے سرائیکی میں خواجہ فرید کی کافی کی طرح ان کی ڈوہڑی کا بھی کوئی جواب نہیں ۔ خواجہ فرید کے تتبع میں بہت کم شاعروں کو کامیابی نصیب ہوئی ہے ۔ ان کم شاعروں میں ایک نام میر علی نواز علوی کا بھی ہے انہوں نے خواجہ فرید کی اتباع میں فخر محسوس کیا ہے خواجہ فرید کے رنگ میں ان کی ڈوہڑی کا یہ انداز دیکھیئے

حسن سنجن داویک خجل تیا
جلوہ شمس قمر دا حسن بشر دا
محب اسان ڈیہی من دا محرم
جانی جان جگر دا ، نور نظر دا
مین مشتاق منی مرسل دا
خاک برابر دا ، چاکر در دا
علوی روز الستون ممنون
عشق بگا حیدر دا ، شاہ صفدر دا
خوف نہ دل وچ ہرگز مینون
ہول حساب حشر دا ، سوز سقر دا

میر علی نواز علوی شکارپوری نے فارسی ، سندھی ، سرائیکی کے علاوہ اردو میں بھی شاعری کی ہے ۔ ان کا عہد برصغیر پاک و ہند میں علم و ادب ، تہذیب و ثقافت کے اعتبار سے زریں عہد تھا ان کے بزرگ ، ہم عمر و کم عمر معاصرین میں محمد حسین آزاد ، مرزا داغ ، امیر مینائی ، جلال لکھنوی ، شاد عظیم آبادی ، الطاف حسین حالی ، علامہ شبلی نعمانی ، محشر لکھنوی ، چکبست لکھنوی ، اسمٰعیل میرٹھی ، اکبر الہ آبادی اور شائق دہلوی جیسے اکابروں کے نام آتے ہیں وہاں علامہ اقبال ، ظفر علی خان ، یگانہ چنگیزی ، حسرت موہانی مضطر خیر آبادی ، اصغر گونڈوی ، جگر مراد آبادی ، جلیل مانکپوری ، نوح ناروی ، سیماب اکبر آبادی ، وحشت کلکتوی ، علامہ سلیمان ندوی اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسے مشاہیر اردو کو تاریخ ادب اردو فراموش نہیں کر سکتی ۔

اس عہد میں سندھ کے جن شعرائے کرام نے سندھی ، سرائیکی فارسی کے علاوہ اردو زبان و ادب کی ترویج و ترقی میں اہم کردار ادا کیا ۔ سندھ میں اردو شاعری کی [illegible] روشن کیں مختلف اصنافِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سخن کو نئے نئے تجربات، گوناگوں موضوعات سے آشنا کیا ان میں غلام محمد شاہ گرد حیدرآبادی میر عبدالحسین سانگی، مرزا قلیچ بیگ، پیر حزب اللہ شاہ مسکین راشدی، خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی (ملاحظہ ہو مہران نقش مصنفہ ڈاکٹر دو فا راشدی) محمد ہاشم مخلص، عبداللہ لسبجلی، فدا مکہڑائی مخدوم ابراہیم خلیل، آخوند قاسم ہالائی اور شمس الدین بلبل وہ معتبر نام ہیں جن کی مادری زبان سندھی ہونے کے باوجود، سندھ کی تہذیب و ثقافت کی حدود میں ان کو اردو زبان اور اس کے شعر و ادب کی ترویج و ترقی میں عدیم المثال خدمات انجام دیں ان میں اکثر اہل دیوان، اہل تصانیف ہیں جن کا مقام و مرتبہ دکن اور شمالی ہند کے شعراء و ادبائے بلند تر نہیں تو کم تر بھی نہیں۔

ہفت روزہ سندھ کے ان ارباب نظم و نثر کے علمی و ادبی نقوش فارسی رسالہ "مفرح القلوب" کے علاوہ سندھی کے رسائل بہار اور ادب ... (لاڑکانہ) میں موجود محفوظ ہیں۔ ان اخبارات و رسائل کی بعض جلدیں سندھ کے بابائے اردو ڈاکٹر شیخ محمد ابراہیم خلیل لطیف آباد نمبر ۲ حیدرآباد سندھ کے وسیع کتب خانہ میں راقم الحروف کی نظر سے گذر چکی ہیں۔

اوپر کی سطریں زیر نظر آنے کے بعد اس حقیقت کی وضاحت کی ضرورت نہیں رہی کہ میر علی نواز علوی تسکار پوری جیسے اہلِ سخن کا عہد اتنے بڑے بڑے ارباب فکر و دانش کے ادوار کا احاطہ کرتا ہوا اس کی خوش قسمتی کا کیا ٹھکانہ، اس کے ذہنی ارتقاء عصری اثرات، فکری وسعت و بلندی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے علوی کو اردو زبان سے عشق تھا، سندھی علاقائی زبان تھی لیکن وہ عام بول چال میں اردو کو ترجیح دیتے تھے۔ میر علی نواز علوی سندھی، سرائیکی، فارسی اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ شاعری کے ابتدائی دور میں مخرم تخلص کرتے تھے پھر ان کا تخلص علوی مشہور ہو گیا۔ ان کی سندھی و سرائیکی شاعری کا ذکر گذشتہ سطروں میں آچکا ہے۔ فارسی شاعری سے متعلق ایک علیحدہ مضمون عنقریب پیش کیا جائے گا۔ یہاں ان کی اردو شاعری کے بارے میں اظہار خیال کیا جاتا ہے۔ میر علی نواز علوی نے جہاں اپنی نثری تخلیقات اور منظوم نگارشات سے سندھی، سرائیکی اور فارسی ادب کو بہت کچھ دیا ہے وہاں اردو زبان اور اس کے شعری ادب کو بھی مالا مال کیا ہے۔

میر علوی کے اردو کلام کا رنگ وہی ہے جو ان کے عہد کے اساتذہ کا طرز سخن تھا۔ میر تقی میر، مرزا غالب، میر درد، الطاف حسین حالی سے بہت متاثر تھے ان کے کلام کا بیشتر حصہ مشاہیر اردو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے تتبع میں ملتا ہے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ غزل ہو یا نظم، قصیدہ ہو یا مثنوی، نعت ہو یا منقبت، حقیقی رنگ سخن، پاکیزہ جذبات، وسیع خیالات اور عصری رجحانات کی فضا ہر موقع و ہر مقام پر قائم رہتی ہے ان کا عارفانہ کلام اسرار و رموز کا ایک ایسا گلدستۂ سدا بہار ہے جو روح کو تازگی اور دل کو شادابی عطا کرتی ہے۔ نعتیہ شاعری سے انہیں خاص شغف تھا۔ ان کی نعتیہ شاعری امتیازی شان کی حامل ہے۔ مدحِ رسولؐ میں ان کا والہانہ انداز اور مستانہ کیفیت ان کی نعت گوئی کا طرۂ امتیاز ہے۔

شیخ سعدی کی مشہور نعت "بلغ العلیٰ بکمالہٖ" کی تضمین میر علوی نے سندھی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں کی ہے پہلے فارسی تظمین پیش کی جاتی ہے جو ان کی فارسی دانی و فارسی سنجی پر دال ہے۔

دی شب شہی ہر دو سرا تشریف بردہ بر سما
در شوقِ وصلِ کبریا بلغ العلیٰ بکمالہٖ
حق کے بہ چشم نازنیں دید آں شہ دنیا و دیں
از عرش تا ہفتم زمین کشف الدجیٰ بجمالہٖ
او شد ز نورِ حق عیاں پیدا ز نورِ او جہاں
خلقش نکوتر از بیان حسنت جمیع خصالہٖ
شیدائی او علوی بجانِ قربان از دو جانِ جہاں
از شوقِ دل اے مومناں صلو علیہ و آلہٖ

اب سعدی کی اسی عربی نعت کی تضمین میں میر علوی کی اردو نعتیہ شاعری کی یہ مثال دیکھئے۔ آپ کو جہاں سرکارِ مدینہ رحمت اللعالمین حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت دینی رجحانات، مذہبی عقائد کا بخوبی اندازہ ہوگا وہاں روانیٔ طبع، زورِ بیان، مہارتِ فن اور محاسنِ شعری کا بھی لطف آئے گا۔

کیا پیار تھا اس شاہ سے کل رات بے حد چاہ سے
مرسل صلی اللہ سے، بلغ العلیٰ بکمالہٖ
اللہ کا منظور تھا، منظورِ حق مشہور تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خالص خدا کا نور تھا، کشف الدجیٰ بجمالہٖ
طالب تھا اور مطلوب تھا، اللہ اور محبوب تھا
کیا خلق ان کا خوب تھا، حسنت جمیع خصالہٖ
خالق کا علوی شکر ہے، دل میں نبیؐ کا فکر ہے
ان کا زبان پر ذکر ہے، صلو علیہ و آلہٖ

حواشی

۱ے شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی اپنے وقت کے ایک برگزیدہ علمی و دینی شخصیت اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اللہ والے بزرگ تھے۔ ۱۱۰۰ھ کے اوائل میں جلال آباد (افغانستان) کے ایک نواحی گاؤں روتاس میں پیدا ہوئے۔ (بیاض میر جمال الدین علوی)

فاتح اعظم احمد شاہ ابدالی اور ان کے فرزند تیمور شاہ ان سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ امورِ مملکت میں ان سے ہدایت حاصل کرتے تھے۔ شاہ فقیر اللہ میاں نور محمد کلہوڑا (۱۷۱۸ تا ۱۷۴۷ء) کے عہدِ حکومت میں سندھ آئے (نئی زندگی کراچی (سندھی) فروری ۱۹۶۰ء) میاں نور محمد کلہوڑا اور میاں سرفراز خان کلہوڑا بھی ان کے بہت معتقد تھے۔ شرعی مسائل کے سلسلے میں اکثر ان ہی کے مشوروں پر عمل کرتے۔ شاہ فقیر اللہ نے ۳ صفر ۱۱۹۵ء / ۱۷۷۹ء کو وفات پائی۔ ان کا مزار پُرانوار شکارپور کے علویہ محلہ میں مرجع خلائق ہے۔

(مقالہ میر علی نواز علوی از پروفیسر لطف اللہ بدوی ص ۱۹۴ مشمولہ مہران جو موجوں مرتبہ حسام الدین راشدی مطبوعہ پاکستان پبلی کیشن کراچی ۱۹۶۴ء)

۲ے میر شاہ حفیظ اللہ علوی شکارپور کے صاحبِ تصوف و صاحبِ کرامت بزرگ تھے ان کے چار بیٹے تھے۔ (۱) میر تاج الدین (۲) میر بدیع الدین (۳) میر فخر الدین (۴) میر شرف الدین، میر فخر الدین کے علاوہ باقی تینوں بیٹے قندھار چلے گئے تھے۔ وہاں خانقاہ علویہ میں بیٹھ کر اللہ اور اس کی مخلوق کی عبادت و خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کردی (شجرہ خاندان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علویہ بحوالہ نئی زندگی اکتوبر ۱۹۸۰ء)

۳؎ **میر فخر الدین علوی** علم حکمت، ادبیات اور سائنسی علوم میں بڑا درجہ رکھتے تھے۔ والیِ ریاست میر رستم خان سے ان کی بڑی قدر و منزلت کی ہز ہائینس میر علی مراد کے وکیل کے عہدے پر فائز رہے۔ چارلس نیپئیر نے انہیں خطابات و اعزازات سے نوازا تھا۔ میر فخر الدین روشن دماغ صوفی اور عالمِ باعمل تھے۔ عربی و فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ ان کی علم دوستی، ادب نوازی اور تبحرِ علمی کی شہرت تھی۔ تحفۃ الکرام اور دیگر علمی تذکروں میں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ میر فخر الدین علوی نے ۳۱ اکتوبر ۱۸۵۴ء مطابق ۱۲۷۱ھ) میں رحلت کی۔ ان کا مرقد اقدس درگاہ شاہ فقیر اللہ علوی کے احاطہ علویہ محلہ شکارپور میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

(بمبئی گورنمنٹ ریکارڈ ۱۸۵۵ء بحوالہ مہران جو موجوں ص ۱۹۵ تذکرہ لطفی جلد دوم ص ۱۶۹)

میر فخر الدین علوی کے دو فرزند تھے۔ میر شاہنواز اور میر علی نواز، میر شاہنواز ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء میں بمقام شکارپور پیدا ہوئے تو میر نظام الدین سرہندی نے اس موقع پر کہا تھا ؎

زود در گوش دل و جان نظام الدین
ناد خورشید باقبال ندا ہاتف داد

(مہران جو موجوں ص ۱۹۵)

۴؎ مقالہ قلیچ بیگ وساگی کے ہمعصر از ڈاکٹر عبدالخالق سومرو ماہ نامہ نئی زندگی کراچی ۱۹۸۰ء)

۵؎ حکیم سید حسن علی شاہ لکھنوی بن سید شاہ شجاع خاندانی حکیم تھے۔ طبابت و حکمت کا پیشہ ان کے خاندان میں کئی پشتوں سے چلا آرہا تھا وہ علی نواز کے دادا شاہ محفوظ اللہ علوی کے مرید خاص تھے۔ ان کے مطلب کی شہرت تھی (شجرہ خاندان سادات لکھی)

۶؎ مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء ص ۱۰۱ مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جام شورو

۷؎ مولانا محمد ابراہیم ناظم کی حیات و خدمات کے لئے ملاحظہ ہو مقالہ "محمد ابراہیم ناظم کراچی لیبینی" بسلسلہ اردو کی ترقی میں ارباب سندھ کا حصہ از ڈاکٹر وفا راشدی مطبوعہ ماہنامہ الانسان کراچی، اپریل ۱۹۸۷ء۔

۸؎ مضمون علویہ لائبریری از غلام مصطفےٰ قاسمی ماہنامہ نئی زندگی سندھی فروری ۱۹۶۰ء ماہنامہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سردش کراچی فارسی ۱۵ مارچ ۱۹۵۸ء

۹ ۔ راوی سندھ سے باباۓ اردو ڈاکٹر شیخ محمد ابراہیم خلیل حیدرآبادی ۔

۱۰ ۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ تاجدار افغانستان امیر حبیب اللہ خان بن امیر عبدالرحمن کے عہدِ حکومت میں تشہدین کے خلاف فتویٰ صادر کیا گیا تھا ۔

(بحوالہ مضمون علویہ لائبریری از علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی مطبوعہ نئی زندگی فروری ۱۹۶۰ء)

۱۱ ۔ عبداللطیف کوٹری والے کی یہ نظم فارسی میں ہے اور غلام لیسین علوی کی قلمی بیاض مملوکہ علویہ لائبریری تنکارپور میں محفوظ ہے ۔

۱۲ ۔ میر علی نواز علوی، سندھی، سرائیکی اردو کے علاوہ فارسی کے بھی بلند پایہ شاعر تھے ۔ انہوں نے فارسی کے نامور ایرانی شعراء سعدی، حافظ، صائب، ظہوری نظامی وغیرہ کے تتبع میں کامیاب شعر کہے ۔ وہ خود اپنا ایک مخصوص رنگ بھی رکھتے تھے ۔ ایک فارسی شاعر کی حیثیت سے ان کا تذکرہ "پرشین پوئیٹ آف سندھ" مولفہ ڈاکٹر ایچ آئی سدارنگانی مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۶ء میں ملتا ہے ۔

صفحہ ۲۸ سے آگے

فارسی اور اردو کے علاوہ انگریزی زبان کی کتابیں بھی زیر مطالعہ رہیں اور جہاں کہیں بھی ان میں ایسی بات نظر آئی جو اسلام اور قرآن مجید کی حقانیت کے خلاف ہو سید صاحب نے اپنے مقالات میں اس کا عملی و تحقیقی جواب دیا ہے ۔

(۴) انیسویں صدی کے اواخر تک عالمی مفکرین اور فلسفیوں نے جدید فلسفہ حیات پر جو نظریات ثبت کئے سید صاحب کی تنقیدی بصیرت کہ ان کو بھی اسلامی نقطہ نظر سے جانچا اور پرکھا ہے ۔

© rasailojaraid.com